اداریــــہ:

عدل وانصاف

تمدن وبربریت کی سرحد

عدل وانصاف کو درحقیقت تہذیب وتمدن اور ظلم وبربریت کے درمیان ایک سرحد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس سے وہ کیفیت مراد ہے جس کے سایہ میں انسان ہو یا حیوان، جاندار چیز ہو یا بے جان اور کوئی جماعت وگروہ ہو یا سماج ومعاشرہ ہر ایک کو اس کی استعداد وصلاحیت کے مطابق اس کا حق پہونچتا رہتا ہے۔

ایران کے ایک نامور ماہر علوم سماجیات مرحوم ڈاکٹر علی شریعتی کا خیال ہے کہ تاریخ بشریت میں انسانی معاشرہ میں رونما ہونے والے تمام انقلابات اور عوامی تحریکات میں تین اہم اسباب وعوامل کارفرما ہوا کرتے ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے دنیا کے کسی بھی علاقے میں ہو اور تاریخی اعتبار سے کسی بھی زمانے میں ہو انسان نے ان لوگوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے جن کی وجہ سے وہ درج ذیل مقاصد تک رسائی نہیں حاصل کر سکا۔

۱۔ آزادی واستقلال

۲۔ سماجی وانصاف

۳۔ معنویت وعرفانیت

اگر کسی انسان کو مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی ایک حق سے محروم کردیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس پر ظلم کیا گیا ہے۔ ناانصافی، ظلم واستبداد اور انسان کو معنویت سے محروم کر کے اس پر مادیت کو مسلط کردینا درحقیقت ظلم وناانصافی کے مختلف رنگ وروپ ہیں اور ''انصاف پسندی'' ایسا جامع لفظ ہے جو ان تینوں اہم مقاصد کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ پس مختصر لفظوں میں کہا جاسکتا ہے

کہ انسان نے ناانصافی کے خلاف ہمیشہ احتجاج وانقلاب برپا کیا ہے۔ تمدن ومدنیت کا مطلب ہے عدل وانصاف کی پیروی کرنا اور بربریت کا مطلب ہے ظالمانہ سلوک۔ عدل وانصاف ہمیشہ باقی رہنے والے ارمان ومقصد کا نام ہے اور صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس پر قدامت غالب نہیں ہوتی۔ ظلم سے ٹکرانے اور عدل وانصاف کی تبلیغ واشاعت کا کام انجام دینے والے دنیا کے ہر گوشے وعلاقے، قوم وقبیلے، دین ومذہب اور رنگ ونسل کے لوگوں کے درمیان لائق احترام ہوتے ہیں اور ظلم ہر دور اور قوم ونسل کے درمیان نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ درحقیقت انقلابی رہنماؤں، سماجی مصلحوں اور پیغمبروں کی جاودانگی کا راز یہ ہے کہ عدل وانصاف سے ان کی شخصیت کا اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے، وہ عدالت کے ساتھ ہم آواز وہمساز ہوتے ہیں اور ظالم واستبدادی طاقتوں کے مقابلے میں وہ کوہ ہمالیہ کی طرح اپنے موقف پر ثابت قدم رہا کرتے ہیں اور ظلم کا بڑا سے بڑا طوفان انھیں ہلا بھی نہیں سکتا۔

تاریخ اسلام کا سرسری مطالعہ کرنے سے بھی یہ حقیقت پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے کہ ظہور اسلام سے قبل دور جاہلیت میں پورے عربستان میں ظلم وناانصافی کا بازار گرم تھا معمولی سی بات پر دو عرب قبیلوں کے درمیان برسوں قتل وغارتگری کا سلسلہ جاری رہا کرتا تھا اور ظالمانہ حرکتوں کو باعث شرف وافتخار قرار دیا جاتا تھا اور اسلام سے قبل عرب سماج کے درمیان یہ نعرہ غیر معمولی مقبولیت کا حامل تھا۔ " انصر اخاك ظالماً ومظلوماً۔" یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ دوسری طرف اسلام شروع ہی سے عدل وانصاف کا علمبردار رہا ہے بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ عدل وانصاف اسلام کے اہم تربیتی اصولوں میں سے ایک ہے۔ ظلم وبربریت کے مقابلے میں قرآن نے ہم لوگوں کو یہ ہدایت دی۔ "يآ ايها الذين آمنوا كونوا قوّامين بالقسط۔" یعنی اے ایمان والو! ہمیشہ عدل وانصاف قائم کرنے میں سرگرم رہو، خداوند عالم کی رضا وخوشنودی کے لیے گواہی دو چاہے اس سے تمہارا یا تمہارے والدین اور تمہارے رشتہ داروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ پس گواہی دینے میں اپنی مرضی کی پیروی نہ کرو کیونکہ عدل وانصاف کے دائرہ سے خارج ہو جاؤ گے... خداوند عالم تمہاری نقل وحرکت سے بخوبی آگاہ ہے۔[1]

قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

''جن لوگوں نے تمہیں مسجد الحرام سے الگ رکھاان کی عداوت ودشمنی تمہیں اس بات کے لیے مجبور نہ کردے کہ تم اصول وقوانین سے تجاوز کر جاؤ۔ نیک اعمال اور پرہیزگاری کے سلسلے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ گناہ اور ظلم کی حمایت نہ کرو فقط خدا کی پرواہ کرو کیونکہ خداوند شدید العقاب ہے[۲]

اس کے علاوہ ایک جگہ قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ ''جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان پر بھروسہ نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے اوپر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔[۳]

یہ سب کچھ قرآنی تعلیم وتربیت کے نمونے ہیں اور ان آیات کے بموجب مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ دشمنوں سے بھی معاملہ کرتے وقت عدل وانصاف کو ہی معیار اور کسوٹی قرار دیں۔ ذاتی، خاندانی، قومی، مذہبی اور نسلی مفاد ومصالح کے پیش نظر ان لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت بھی عدل وانصاف کے دائرہ سے خارج نہ ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ظالموں کی حمایت وطرفداری کریں۔ اس کے علاوہ انہیں ظالمین سے مدد حاصل کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جو معاشرہ ان اصولوں اور معیاروں کی پیروی کرتا ہے وہ یقیناً ایک متمدن معاشرہ ہے۔ جو معاشرے عدل وانصاف کے لئے نہیں بلکہ فقط ملکی، قومی اور علاقائی مفاد ومصالح کو نگاہ میں رکھتے ہوئے فوجی اور سیاسی تنظیموں کی تشکیل میں ہمہ تن سرگرم رہا کرتے ہیں وہ درحقیقت متمدن معاشرہ کی فہرست میں نہیں آتے کیونکہ عدل انصاف اور تمدن کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ متمدن ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان لازمی طور پر ماڈرن بھی ہو۔ ممکن ہے کہ کوئی معاشرہ بظاہر ماڈرن اور جدید نہ ہو لیکن اخلاق وکردار کے اعتبار سے عدل انصاف سے بیحد نزدیک ہو۔ عدل انصاف اور استقلال وآزادی کی تبلیغ واشاعت کرنے والی تحریکیں چاہے ہزاروں سال پرانی ہی کیوں نہ ہوں، بہرحال ایک متمدن تحریک کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خالی ہاتھ بے گناہ لوگوں پر اندھادھند فائرنگ اور اگنست عورتوں، مردوں اور بچوں کا وحشیانہ قتل عام چاہے کتنے ہی جدید ترین اسلحوں کے ذریعہ کیوں نہ کیا گیا ہو، بہرحال ظلم وبربریت کا مصداق ہے۔ دنیا کی کوئی بھی تنظیم یا سیاسی نظام یا متمدن انسان مجرموں اور بے گناہوں کو ایک ساتھ سزا نہیں دیتا بلکہ سزا دیتے وقت اس بات کا پورا خیال رکھتا ہے سزا اسی شخص کو دی جائے جس نے جرم کیا ہے اور جرم وسزا کے درمیان تناسب وتوازن بھی قائم

رہے۔اگر کہیں ایسا ہو کہ جرم کرنے والا کوئی اور ہو اور سزا کسی دوسرے کو دی جائے تو اس جگہ اور نظام حکومت کو اندھیر نگری اور چوپٹ راج کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

تمدن اور بربریت کے درمیان ٹکراؤ نہایت قدیمی اور طوالانی ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیامیں اولاد آدم کی آمد کے ساتھ ہی دونوں کے درمیان ٹکراؤ کی صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔حضرت آدم کا بیٹا ھابیل اپنے بھائی قابیل کے ذریعہ نہایت بیرحمی سے قتل کرڈالا گیا تھا۔اپنی وحشیانہ صفت اور ظالمانہ عادت کیوجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔قتل کی دھمکی دیتے ہوئے قابیل نے اپنے بھائی سے کہا: میں تجھے قتل کرڈالوں گا۔عدل وانصاف کے پجاری ھابیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔"قال لاقتلنك" اگر تم مجھے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرتے ہو تو کرو لیکن میں تمہیں قتل کرنے کے لیے دست درازی نہیں کروں گا کیونکہ میں پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔"[۴]

بربریت اور دہشت گردی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کا عدل وانصاف سے کوئی سروکار نہیں ہے۔وہ قتل کرنا چاہتا ہے اس لیے قتل کرتا ہے!اس کی نظر میں سزا دیتے وقت انصاف کسوئی نہیں ہے۔یہ مجرم اور گنہگار کو تلاش کرنے کی زحمت نہیں کرتا ہے۔یہ گنہگار اور بے گناہ، مرد وعورت اور بزرگ وخورد یا کمسن و سن رسیدہ کے درمیان کسی قسم کے فرق وامتیاز کا قائل نہیں ہے۔بلکہ یہ سب لوگوں پر ایک ساتھ وحشیانہ حملہ کر دیتا ہے۔اسکی نظر میں مدمقابل مجرم ومحکوم ہے اور اس کو مجرم ثابت کرنے کے لیے کسی عدالت، قاضی اور دفاع کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

کربلا کا دردانگیز واقعہ، حسین مظلوم اور ان کے اصحاب وانصار واقربا کی شہادت اور خواتین وکمسن بچوں پر مشتمل اہلبیت کی اسیری وگرفتاری درحقیقت اموی نظام حکومت کی بربریت کی واضح دلیل ہے۔روز عاشورہ صبح سے لیکر ظہر تک کئی ہزار مسلح اور بھیڑیا صفت لڑاکو فوجی کچھ مظلوموں کو ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کے سامنے قتل کرنے کے لیے ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے اور حسین مظلوم کی آغوش میں انکے شیر خوار بچے کو بھی نہایت بیرحمی کے ساتھ شہید کرڈالا۔

آج بھی فلسطینی مظلوم، خواتین اور شیر خوار بچے جدید ترین اسلحوں سے مسلح صہیونی جلادوں کے ذریعہ کی جانے والی بمباری کے دوران بیرحمانہ انداز میں قتل کیے جارہے ہیں۔ان

مظلوموں کے آبائی وطن پر ان نسل پرست جلادوں نے گذشتہ کئی دہائیوں سے اپنا قبضہ جمار کھا ہے اور خالی ہاتھ فلسطینی مظلوموں پر مسلسل بمباری کا سلسلہ جاری ہے۔ گذشتہ نصف صدی سے ان مظلوموں پر مظالم کی بھر مار ہے لیکن گذشتہ چند روز کے دوران ان پر جو مظالم کیے گئے ہیں وہ پچاس سال کے دوران کیے گئے مظالم سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ در حقیقت صہیونی حکومت جدید ترین دہشت گردی کی بہترین مصداق ہے کیونکہ یہ مرد عورت اور بے گناہ بوڑھوں اور بچوں پر ایک ساتھ ہوائی بمباری اور زمینی گولی باری کے دوران ہزاروں بے گناہوں کو قتل کر دینے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتی ہے۔

لیکن مالک و خالق کائنات نیز سالم انسانی روح بربریت کو پسند نہیں کرتی ہے اور آخر کار ہر ظالمانہ فکر اور بربریت پر مشتمل نظام کا انجام بہر حال فنا و نابودی ہے اور پاک و پاکیزہ نیز بے چین انسانی روح عدل و انصاف اور معیاری انسانی تمدن کی ترویج و بالادستی کے انتظار میں ہے۔

''وسیعلم الّذین ظلموا ایَ منقلب یَنقلبون۔''۵

حوالہ:

۱۔سورہ نساء آیت ۱۳۵

۲۔ سورہ مائدہ آیت۔۲

۳۔ سورہ ہود آیت ۱۱۳

۴۔سورہ مائدہ آیت ۲۸

۵۔الشعراء آیت ۲۲۷